مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ ایک جامع الکمالات شخصیت

سانحۂ ارتحال (۱۶/محرم الحرام ۱۴۳۷ھ/۳۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء)

جمال میں جلال

چہرۂ انور سے مترشح تمام تر علم وحلم، بردباری، تواضع وانابت اور خاکساری، ہر ادا، زاویۂ حیات کے ہر پہلو سے اُبلتی ہوئی شرافت، چھلکتی ہوئی مروّت اور سرتا پا جمال ہی جمال، مگر جب غیرت وحمیّت اور جہاد وعزیمت کی بات آتی تو تمام تر جلال ہی جلال تھے، مگر بایں ہمہ اخلاق اور تہذیب وشائستگی کے حدود سے تجاوز کو گناہ سمجھتے تھے۔ ۷۹ یا ۸۰/سال کے پیٹے میں تھے، امراض وعوارض، کمر کے آپریشن اور بار بار دل کے دوروں کے شدت رہتی تھی، بڑھاپے نے رہی سہی کسر پوری کردی تھی، اس عمر اور ایسے حالات میں جھنجھلاہٹ، چڑ چڑا پن اور غصہ آنا عام سی بات ہوجاتی ہے مگر بایں ہمہ اساتذہ، طلبہ ومعاصرین اور تلامذہ ومتعلقین سے کبھی بے مزہ ہوئے اور نہ ناراض، نہ کبھی سخت لہجے میں بات کی اور نہ شاگردوں کی کوتاہیوں پر آزردہ ہوئے اور نہ افسردہ۔

قرآنی علوم ومعارف کے فروغ سے عشق تھا

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ ہمہ پہلو اور ہمہ جہت جید عالم دین تھے، وہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بڑے سعادتمند خاص بافیض اور موفق من اللہ لائقِ صد تقلید استاذ تھے، ان کا درس مقبول ومحبوب ہوا کرتا تھا، درسِ قرآن بھی امتیازی شان کا اور درسِ حدیث بھی ممتاز ہوا کرتا تھا۔ جن دنوں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں احقر اور مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدظلہٗ دورۂ تفسیر پڑھایا کرتے تھے ان ایام میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ بھی مدینہ منورہ سے تشریف لے آتے اور اپنے حصے کے قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ اور جب جامعہ حقانیہ میں ان کے علمی اور تدریسی مشاغل مستقل ہوگئے اور ہم لوگ اپنے اداروں میں منتقل ہوگئے تو وہ تن تنہا دورۂ تفسیر پڑھاتے۔ علماءٔ اساتذہ اور، مدرسین بھی فیض حاصل کرتے، ہر درجے کے طلبہ بھی اور گھروں میں طالبات اور جمیع خواتین بھی فیض حاصل کرتیں۔ حضرتؒ کو قرآن کے درس، قرآنی علوم ومعارف اور قرآنی تعلیمات کے فروغ کا عشق تھا۔ گذشتہ کئی سالوں سے اپنے

گھر میں خواتین کے لئے درسِ قرآن کا مستقل سلسلہ شروع کر دیا تھا، جس کی افادیت کی ایک دُنیا معترف ہے اور الحمدللہ کہ خواتین میں اس کے بہت سے اسلامی انقلابی اثرات ظاہر ہوتے رہے۔ ان کے درس میں اصل اہداف کا بیان ہوتا اور قرآن و حدیث کا مغز بیان فرماتے، وہ حسب ضرورت بقدرِ ضرورت گفتگو فرماتے طلبہ جس سے فائدہ اُٹھاتے متعلقہ موضوع کو سمجھتے اور ان کی تقریر و معارف کا سمیٹنا طلبہ کے لئے آسان ہوتا۔

ہمہ جہت فروغِ علم کے مساعی

درسِ قرآن میں ان کی گفتگو مفکرانہ‘ مدبرانہ اور مؤرخانہ ہوا کرتی تھی۔ ہاں درسِ حدیث میں علماءِ دیوبند کی طرح محدثانہ اور فقیہانہ شان غالب رہتی تھی۔ ان کی تقریر اور درسی گفتگو کا لب و لہجہ بہت پاکیزہ ہوتا، ان کے لفظ لفظ سے شرافت ٹپکتی، علم چھلکتا اور روحانیت کے انوار برستے تھے، وہ اتحادِ اُمت اور نفاذِ شریعت کے داعی تھے، ان کی ہر تعبیر اور ہر زاویۂ گفتگو سے دین کا درد، زوالِ اُمت کا کرب، ایک مخلص داعی کی بے قراری اور اضطراب اور اُمت کی زبوں حالی کا بے کراں دُکھ چھلکتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

سامعین وحاضرین اور طلبہ وعامۃ المسلمین ان کے درس وبیان کی تمام خوبیوں کو یکساں طور پر محسوس نہیں کر پاتے تھے کہ ہر ایک کی استعداد اور ذہنی سطح یکساں نہیں تھی مگر ہر سامع، شریک درس اور ہر طالب علم اپنے اپنے ظرف اور مبلغ فہم کے مطابق ان سے علمی فائدہ ضرور اُٹھاتا تھا۔

ذوقِ عبادت، پیکر اخلاص اور استقامت

موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص وللّٰہیت‘ تبتل الی اللّٰہ اور انابت کا بھی ذوقِ خاص عطا فرمایا تھا، وہ شب زندہ دار‘ مجاہد اور بہت ہی خوش اوقات عالم دین تھے، اسفار و امراض‘ اعذار و عوارض، بے پناہ مشاغل، اور جان توڑ مصروفیات بھی کبھی ان کی باجماعت نماز میں خلل انداز نہیں ہوسکتی تھیں۔ بایں ہمہ آخرِ دم تک نہ تو شب بیداری ان سے چھوٹنے پائی نہ تہجد گزاری میں کوئی فرق آیا اور نہ اپنے شیخ محدث جلیل حضرت مولانا عبدالحقؒ سے علمی وراثت میں ملنے والی آہِ سحر گاہی کبھی فوت ہوسکی۔ وہ مجاہد تھے عظیم مجاہد‘ اس حوالے سے وہ فارس بالنہار تھے، مگر دن بھر کی تھکاوٹ‘ جہادی سرگرمیوں اور ہمہ جہتی علمی و دینی مساعی کے باوصف وہ عملاً راھب باللیل تھے ان کے حضر وسفر کے رفقاء اور اہل خانہ ان کی اس صفت کے نہ صرف عینی شاہد بلکہ ان کے ایثار وقربانی کے قائل بھی تھے، انہوں نے جن اساتذۂ کرام سے استفادہ کیا تھا وہ اپنے وقت کے اولیاء اللہ تھے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے کافیہ سے دورۂ حدیث تک کتابیں پڑھی تھیں، حضرت شیخ ہی نے انہیں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے ہمراہ امامِ لاہوریؒ سے دورۂ تفسیر پڑھنے کے لئے ان کی بارگاہِ فیض میں بھیجا تھا، انہوں نے مردِ قلندر حضرت درخواستیؒ سے بھی دورۂ تفسیر پڑھا تھا،

الغرض حضرت ڈاکٹر صاحب کے شیوخ واکابر صرف حرفِ علم ہی کے عاشق زار نہ تھے بلکہ وہ علم وعمل دونوں کے شہ سوار تھے، ان حضرات کی دامنِ رُشد وہدایت سے جو بھی وابستہ ہوا، وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل بنا۔

مسجد سے تلازم اور نمازِ باجماعت کا اہتمام

احقر کو حضرتؒ سے ملاقات وقربت اور صحبت کے بہت مواقع ملے، اسفار اور دینی مدارس کے اجتماعات میں بھی یکجا ہوجایا کرتے تھے، ہوائی جہاز اور گاڑی میں یکجا سفر کے بہت مواقع ملے، انہیں بہت قریب سے دیکھنے، اور برتنے کی سعادت حاصل رہی، راقم الحروف نے انہیں درس وتدریس، فروغِ علم، اور جہادی اُمور میں سبقت و جنون کی طرح اعمال' اور سنن و مستحبات پر عمل کے لئے بھی ہر وقت مستعد پایا، اسی ذوقِ عبادت کی تکمیل کیلئے انہوں نے مسجد فاطمہ کے بعد اپنے گھر کے قریب اپنا پلاٹ وقف کر کے مستقل مسجد بنائی تاکہ ضعف وعلالت اور کمزوری کی وجہ سے وہ مسجد فاطمہ نہ جاسکیں تو گھر کے قریب کی مسجد میں نماز پڑھ لیا کریں گے، موسم جاڑےء کا ہو یا لو کا، برسات کی جھڑی ہو یا رات کی تاریکی وہ مسجد پہنچنے کا اہتمام کرتے اور باجماعت نماز ادا کرتے، انہوں نے اپنی زندگی کی آخری نماز بھی ڈاکٹروں اور ہسپتال عملے کے شدت سے منع کرنے کے باوجود بھی مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی، عبادت کا ذوق، ذکر الٰہی کا شوق، تلاوت، اوراد ووظائف کی پابندی، ان کے ذاتی اعمال کا امتیازی وصف تھا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ڈاکٹر صاحب ایک عظیم مدرس' عظیم محدث' مؤلف' اور داعی اور جہادی میدان کے سرگرم قائد تھے، اسکے ساتھ ساتھ ایک متقی، خدا ترس، اتباعِ سنت کے پابندی، سچے عاشق رسول، مدارس کے سرپرست اور زاہد وشب زندہ دار عالم دین تھے، ان کی عظمت کا یہی وصف درحقیقت سب سے زیادہ نمایاں وصف، اوران کی عظمت کے ہار کا سب سے قیمتی موتی تھا، جس کے بغیر سارے کارنامے لفظِ بے معنیٰ اور نقشِ ناتمام بلکہ سعیِ ناکام ہوتے ہیں ......

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا ، بے آہِ سحر گاہی

مولانا عبدالحقؒ کے دامن سے وابستگی کے ثمرات

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے اوّلین تلمیذِ خاص اور ان کے دستِ راست، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اوّلین طالب علم اور مولانا عبدالحقؒ کے خوانِ علم، سلوک واحسان کے ممتاز خوشہ چینوں میں تھے، انہوں نے اپنے شیخ ومربی اور محسن کی احسانی و روحانی تعلیم وتربیت اور ایمانی حرارت اور ذوقِ عبادت وکمالِ عبدیت کی وجہ سے صرف دارالعلوم کے تعلیمی اور روحانی ماحول ہی میں فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ ملک وملت

کے بھرپور خدمات، درس وتدریس کے بلند ترین ملکات اور اوّلاً اپنے شیخ مولانا عبدالحقؒ اور انکے بعد مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے ساتھ فروغِ علم کی مساعی میں بھی ان کی نفسِ تاثیر کو جذب کیا تھا۔ اگرچہ انہیں تواضع و انکساری‘ خاکساری و فروتنی اور عبدیت و فنائیت یقیناً ان کے والد مرحوم اور خاندانی بزرگوں کے موروثی رنگ کی عکاس ہے، مگر ان کی شوخی، جرأت، بہادری، جہادی ولولے، نفاذِ شریعت کے جذبے، یقیناً شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی صحبت کے رہینِ منت تھے۔

جہادی حوالے سے صفِ اوّل کے رہنما

ان تمام تر مشاغل ومصروفیات کے ساتھ ساتھ حضرت ڈاکٹر صاحب میدانِ جہاد کے جان نثار و جانباز اور پرجوش، صف اوّل کے ان تھک رہنما تھے، روسی اور امریکی سامراج کے مقابلہ میں اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر انہوں نے سرفروشانہ حصہ لیا، مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے شانہ بشانہ مجاہدانہ وار چلتے رہے۔ علمی، تدریسی اور دعوتی وتبلیغی مشاغل کے باوصف زبان و بیان اور حرکت وعمل کی ساری توانائیوں کے ساتھ جہادی تحریک کے انتہائی فعال‘ مخلص اور سچے سپاہی کا بے مثال کردار ادا کیا وہ کبھی ساحل کے تماشائی نہ بنے، جب بھی وقت آیا تن من دھن کے ساتھ میدانِ عمل میں کود پڑے۔ روسی اور امریکی سامراج کے خلاف نفرت و عداوت کا جو تخم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مردِ قلندر حضرت درخواستیؒ نے ان کے قلب میں بویا تھا وہ اس باشعور مخلص عالم دین‘ جہاد آشنا اور جہادی مشن کا ادراک رکھنے والے دردمند مجاہد ومحدث کے دل میں ایک مضبوط ومستحکم تناور اور ثمر آور درخت بن گیا تھا۔

انہیں امراض و اعذار نے گھیر رکھا تھا، ان کا جسم منحنی ہوگیا تھا، بیماریوں نے انہیں ضعیف اور صحت کے حوالے سے کمزور کردیا تھا، ان کی ظاہری بدنی حالت، سادگی و بےتکلفی، کمالِ تواضع وانکساری دیکھ کر قطعاً یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ اس دُبلے پتلے اور نسبتاً ایک کمزور ڈھانچے میں شیر دل شخصیت چھپی ہوئی ہے جن کے فولادی عزم‘ مجاہدانہ جرأت کو استعماری حکومتوں کی کوئی چال اور تدبیر سیاست چیلنج نہ کرسکی، نہ حالات کی سختیوں، شدید مزاحمتوں، فقر وغربت، ناداری ومسکنت، اپنوں کی بے رُخیوں اور مارِ آستین دوستوں کی منافقتوں نے ان کے عزم و حوصلہ اور پائے استقلال میں کبھی کوئی لرزش پیدا کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی۔

اندازِ تدریس

حضرت ڈاکٹر صاحب کو درسِ نظامی کے تمام علوم سے بھرپور مناسبت تھی، ان کا علم ٹھوس تھا، جب ان کی شعور کی آنکھیں کھلیں تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے دامن میں تھے، انہوں نے طالب علمی کے آغاز ہی سے اپنی

تمام ذہنی صلاحیتوں کو یکسوئی، محنت اور لگن کے ساتھ صَرف کیا، ان کا مطالعہ بڑا عمیق تھا، غور وفکر اور تدبر ان کی طبعی افتادتھی، درس میں ان کی رواں تقریر اور مختصر بیان، طلبہ کے لئے بہت مفید تھا، ان کے لئے مسئلہ کا فہم وتفہیم، اخذ و ہضم اور انتقال بہت آسان تھا۔ ان کا تدریسی انداز مختصر اور ماقلّ و دلّ کا مظہر ہوا کرتا تھا۔

جود وسخا

مولاناؒ کا ایک خاص وصف ان کا جود وسخا، اپنے احباب اور رفقاء بلکہ خدام اور طلباء کا خیال ولحاظ تھا، ایک مرتبہ مجھے از خود ارشاد فرمایا کہ تمہاری ‘‘توضیح السنن’’ کی تصحیح بالخصوص عربی عبارات اور ان کے اعراب کی درستگی کا کام شروع کر دیا ہے، مجھے ایک گونہ حیرت بھی ہوئی اور تعجب بھی کہ کہاں میں ایک حقیر طالبعلم اور کہاں حضرت کی علمی شان اور عظمتیں؟ دوسرے روز فرمایا: کل صبح میرے ہاں آنا، مشورہ بھی کرینگے اور ناشتہ بھی۔ میں حاضر خدمت ہوا ناشتہ کیا؟ ایک مکمل دعوت تھی اور حضرتؒ کے جود وسخا کی بارش۔ توضیح السنن کی تصحیح اور عربی عبارات کے اعرابات کے عزمِ مصمم کو دُہرایا، میرے لئے بہرحال یہ لائق صدفخر بات تھی اگرچہ یہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا مگر جتنا بھی ہوا مثالی تھا۔

فنائیت وایثار

مشن کے حوالے سے کس قدر بے لوث، مخلص اور جان نثار تھے، اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ گوجرانوالہ میں مجاہدین کی بہت بڑی کانفرنس تھی، مولانا فضل الرحمٰن خلیل اور ان کے رفقاء داعی تھے، پنڈال تاحدنگاہ بھرا ہوا تھا، شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہؒ صدرِ جلسہ تھے، میرا بیان ختم ہوا اور میں نے اجازت چاہی تو حضرتؒ نے مجھے آہستہ سے کان میں فرمایا کہ میں نے تمہارے ساتھ جانا ہے۔ احقر کو ایک گونہ مسرت ہوئی کہ حضرتؒ سے صحبت بھی رہے گی، رفاقت بھی اور ایک گونہ خدمت بھی، بالآخر راستے میں پوچھ ہی لیا کہ حضرت! یہاں آنا کیسے ہوا؟ فرمایا: ٹیکسی ملی نہیں، بسیں رُکتی نہیں تھیں، ایک تیز رفتار ڈبہ آیا، تو مجھے دیگر سواریوں کے ساتھ چھت پر بٹھا لیا اور الحمد اللہ کہ گوجرانوالہ بروقت پہنچادیا۔ ایثار وقربانی اور اس دور میں مشن سے والہیت ولگاؤ کی ایسی مثالیں کوئی پیش کرسکتا ہے؟ ہاں! واپسی پر میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور غلبۂ نوم کی وجہ سے سوگیا۔ ‘‘رفیق عزیز’’ ڈرائیونگ کر رہے تھے اور حضرتؒ سارے راستے میں اسے بیدار رکھنے کے لئے لطائف' ظرائف سناتے رہے اور انہیں سارے راستے مصروف رکھا تاکہ ڈرائیور پر نیند غالب نہ آجائے۔